رسائل و مسائل

وجودِ باری اور مذہبی تعلیمات سے متعلق چند اشکالات

ملک غلام علی

سوال: میں سائنس کا طالب علم ہوں اور زندگی کے ایسے دور سے گزر رہا ہوں جس میں ذہن پر جو نقوش بھی مرتسم ہو جائیں وہ ہمیشہ کے لیے راحت یا ذہنی اذیت کا موجب بن جاتے ہیں۔ میں بڑا مذہبی قسم کا نوجوان تھا مگر اب میرے دل میں یقین کے بجائے شکوک پیدا ہونے لگے ہیں۔ میں نماز بھی پڑھتا ہوں مگر رسمی طور پر۔ میرے دل میں جو خیالات آتے ہیں انھیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

خدا کے وجود کو سائنس کے اُصولوں کی رُو سے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ابتدائی زمانے کے لوگوں نے یہ تصور ایجاد کر لیا ہو اور پھر یہ برابر ہم تک منتقل ہوتا چلا آیا ہو۔ اس وقت انسان قوانینِ فطرت اور مظاہرِ کائنات کی حقیقت سے بے خبر تھا مگر آج وہ کائنات کے رازوں سے آشنا ہو چکا ہے۔ اور اعتقادِ باری کی ضرورت بعض کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر اللہ کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے تب بھی مذہب کی بعض تعلیمات ناقابلِ فہم معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے ہمیشہ یہی بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی تھا۔ مگر کائنات میں کششِ ثقل اور دوسرے خلائی قوانین کارفرما ہیں ان کی موجودگی میں یہ واقعہ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی مشکل دوسرے معجزات کے بارے میں ہے کہ وہ قوانینِ فطرت کو توڑے بغیر صادر نہیں ہو سکتے اور اللہ اپنے قانون اور سنت کو نہیں بدلتا۔ چاند اگر دو ٹکڑے ہو تو کیا زمین تباہ ہونے سے محفوظ رہ سکتی ہے؟

جواب: (۱) آپ کے ذہن میں جو سوالات پیدا ہو رہے ہیں ان کا پیدا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ ہر سوچنے والے دماغ کے اندر اس طرح کے سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک انسان کی خیریت اور نجات

اس بات میں ہے کہ وہ ان سوالات کا ایسا جواب تلاش کرنے کی کوشش نہ کرے جو اس کی بے لگام خواہشِ نفس کے مطابق ہو اور جو اسے نباتات و جمادات یا حیوانات کی طرح اخلاقی احساس اور ذمہ داری سے بالکل خالی اور عاری بنا تا ہو۔ دنیا میں بیشتر لوگ جنہوں نے اللہ کے وجود سے انکار کیا ہے ایسے ہیں کہ وہ محض اس وجہ سے منکرِ خدا بن جاتے ہیں کہ اگر وہ خدا کو تسلیم کریں تو انہیں اپنی زندگی بعض حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ بسر کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ آپ غور کریں کہ ایک سائنس دان کے پاس انکارِ خدا کے حق میں کیا دلیل یا ثبوت ہو سکتا ہے۔ سائنس محض اس دنیا سے بحث کرتی ہے جو مادے اور توانائی پر مشتمل ہے لیکن سائنس خود تسلیم کرتی ہے کہ یہ مادی کائنات نہ ہمیشہ سے موجود ہے، نہ اپنے آپ سے وجود میں آئی ہے۔ نہ یہ ہمیشہ قائم رہ سکتی ہے۔ خود کائنات کے اندر جن اشیاء میں زندگی اور شعور پایا جاتا ہے کوئی سائنس دان نہ ان میں زندگی کو خود وجود میں لا سکتا ہے نہ وہ یہی بتا سکتا ہے کہ بے جان مادے کے اندر جان کیسے پیدا ہوتی ہے اور کیسے ختم ہوتی ہے۔ اس کائنات کی کوئی حد، کوئی اس کا اوّلین و آخریں سرا ایسا نہیں جو انسان کی گرفت میں آسکے۔ اس کے بعد آخر کائنات کے معمے کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ اس کا کوئی خالق اور بنانے والا ایسا تسلیم کیا جائے جو اس کائنات سے بلند و بالا اور اس سے ماوراء ہے، اس حد تک اور اس معنی میں اللہ کے وجود کو ہر قابلِ ذکر سائنس دان اور فلسفی تسلیم کرتا ہے اور خدا کے انکار کی جرأت کسی کو نہیں ہو سکتی۔ چند سال قبل امریکہ میں ایک کتاب (EVIDENCE OF GOD) شائع ہوئی ہے جس میں دنیا کے چالیس نامور ترین سائنس دانوں کے الگ الگ مضامین شامل ہیں جن میں سے ہر ایک نے اللہ کے وجود کو مانا ہے اور اس کے حق میں دلائل دیے ہیں۔ اس کا ترجمہ مکتبہ فرینکلن لاہور نے اُردو میں شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "خدا موجود ہے۔" باقی رہی یہ بات کہ اگر اللہ ہے تو اُس کی ذات و صفات کا تصور کیا ہے اور وہ انسان سے کیا چاہتا ہے، اس کی مرضی کیا ہے، ان سوالات کا صحیح جواب کوئی سائنس دان یا غیر سائنس دان اپنی عقل و منطق کے بل بوتے پر نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب اللہ کے نبی اور رسول ہی دے سکتے ہیں جن کی صداقت پر ان کا سیرت و اخلاق گواہ ہے۔

(۲) یہ بات کہ مذہب اور خدا انسانی ذہن کی پیداوار ہے، اگرچہ بجائے خود صحیح نہیں لیکن جو بات بھی انسان کے ذہن میں پیدا ہو جائے کیا اس کا پیدا ہونا اس امر کا کافی ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس شے کا خارج میں وجود نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی ذات بجائے خود ایک حقیقت ہو اور اسی کا پرتو انسان

کے ذہن پر پڑتا ہو۔ انسانی ذہن میں ہمیشہ سے خدا کے تصور کی موجودگی سے آخر خدا کا عدم وجود کیسے ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس یہ تو خالقِ کائنات کے وجود کی ایک دلیل ہے۔ یہ استدلال بھی بالکل غلط ہے کہ پہلے قوانین فطرت انسان کو معلوم نہ تھے اس لیے وہ خدا کا قائل ہوگیا۔ کیا فطرت اور قوانین فطرت سے متعلق سارے بھید اور ساری تفصیلات انسان کو اب معلوم ہوگئی ہیں یا کبھی ہوسکتی ہیں؟ کیا آپ مجھے صرف اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں کہ اجرام فلکی سے بھری ہوئی اس کائنات کی انتہا کہاں تک ہے اور اس انتہا سے آگے کیا ہے؟ فرض کیا کہ آپ کو تمام قوانینِ فطرت (LAWS OF NATURE) معلوم ہوگئے ہیں تب بھی کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس اندھی بہری کائنات میں یہ قوانین کس نے بنائے ہیں اور کس نے ان عناصر کائنات کو پابندِ قانون اور مسخر بنا رکھا ہے؟

(۳) معراج شریف کے روحانی یا جسمانی ہونے کے متعلق اگرچہ سلف میں کچھ اختلاف ہوا ہے، لیکن ہمارے نزدیک صحیح بات یہی ہے کہ یہ روح وجسم دونوں کے ساتھ تھا۔ معراج، شق القمر اور اس طرح کے دوسرے معجزات کے متعلق سارے اعتراضات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کہ انسان اپنی تنگ کھوپڑی سے ہر مسئلے کو دیکھتا اور اس پر سوچتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح یہ کائنات بعض قوانین کی پابند ہے اسی طرح اس کائنات کا بنانے والا بھی ان قوانین کا مطیع اور غلام ہے اور اپنے بنائے ہوئے قوانین میں وہ خود بھی جکڑا جا چکا ہے حالانکہ یہ تصور بنیادی طور پر غلط اور باطل ہے۔ اللہ جب چاہے اپنے قانون میں تبدیلی کر سکتا ہے اور یہ تبدیلی بھی اس کے قانون ہی کے تحت ہوگی۔ مثال کے طور پر اللہ اس وقت انسان کو نر اور مادے کے اتصال سے پیدا کرتا ہے لیکن نر اور مادے کا یہ اتصال پیدائش کے ابدی اور ازلی اصول نہیں ہوسکتا اللہ چاہے تو اس کے بغیر انسان پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ چاہے تو کششِ ثقل کے قانون کو معطل کر سکتا ہے اور اپنے بندے کو کائنات کے کسی ایسے مقام تک لے جا سکتا ہے جہاں اس کی تجلیات مرتکز اور متمکن ہیں۔ اللہ چاہے تو چاند کے تھوڑی دیر کے لیے دو ٹکڑے کر سکتا ہے اور زمین اور دوسرے اجرام فلکی کو اس کے اثرات سے محفوظ کر سکتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنی سنت اور اپنے کلمات میں تبدیلی نہیں فرماتا۔ لیکن ہمیں کیا معلوم کہ اللہ کی سنت کیا ہے اور اس کی باتیں (کلمات) کیا کیا ہیں۔ اللہ جس کو اپنی سنت سمجھتا ہے اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ لیکن جسے ہم اپنے طور پر اللہ کی سنت سمجھ بیٹھیں اس میں ہر وقت تبدیلی ممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص

اللہ کی سنت یہ قرار دیتا ہے کہ سورج ہمیشہ مشرق سے طلوع ہو یا طلوع ہوتا دکھائی دے لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کی سنت یہ بھی ہو کہ ایک دن اس کی گردش اُلٹ دی جائے یا اسے ختم ہی کر دیا جائے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں سنت اللہ سے مراد بالعموم طبعی قوانین نہیں بلکہ وہ اخلاقی و معنوی قوانین ہیں جو اقوام عالم اور تہذیب انسانی کے عروج و زوال یا نشوو ارتقاء سے متعلق ہیں اور وہ بھی کوئی ایک ہی لگا بندھا قانون نہیں بلکہ ایک نہایت وسیع، حکیمانہ اور مربوط سلسلۂ قوانین ہے جو حیات انسانی کے مختلف گوشوں میں جاری و ساری ہے۔

(بقیہ مطبوعات صفحہ ۸۴ سے آگے)

کے نشیب و فراز طے کیے۔ اُردو ادب میں بکثرت ایسا مواد ملتا ہے جس سے ہمارے قریب کے دور کے شرفا کی عائلی زندگی کا اچھی طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب ہمارے اس ادبی ورثہ میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے اس میں اُن ساری اقدار کی عکاسی کی گئی ہے جو کبھی ہماری معاشرتی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ تھیں اور جن کی وجہ سے ہمارے گھر جنت ارضی کا نقشہ پیش کرتے تھے۔ بزرگوں کا احترام، چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ، دوسرے کے جذبات کا احساس اور اُن کے مراتب کا پاس ہماری معاشرتی زندگی کے رہنما اُصول تھے۔ یہ کتاب اُن اُصولوں کے متعدد عملی مظاہر پیش کرتی ہے۔ فاضل مصنّف جو اُردو کے منجھے ہوئے اور کہنہ مشق ادیب ہیں، انہوں نے ان مظاہر کو اس حکیمانہ انداز میں تحریر کے سانچے میں ڈھالا ہے کہ کہیں بھی تعلّی کا رنگ نمایاں نہیں ہونے پاتا۔ زبان دلکش اور اسلوبِ نگارش دلچسپ ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے جہاں ذہن کو آسودگی حاصل ہوتی ہے وہاں ریاست حیدر آباد دکن کے بہت سے انتظامی اور سیاسی معاملات بھی کھُل کر سامنے آتے ہیں۔